بسم اللہ الرحمن الرحیم
رسائل نعیمیہ
حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ
کے آٹھ مختلف رسائل اور چھوٹی کتب کا مجموعہ
ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ
لاہور

حضرت حکیم الامت مُفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
کے آٹھ مختلف رسائل اور چھوٹی کتب کا مجموعہ

صاحبزادہ اقتدار احمد خاں نعیمی قادری بدایونی مالک نعیمی کتب خانہ گجرات

فہرستِ رسائل

کی موت کی آیات موجود ہیں۔ لہٰذا وہ کوئی زندہ نہیں یہ لوگ یہاں تک کہہ ڈالتے ہیں کہ اگر وہ زندہ ہوں تو ان کا غسل کفن کیسا۔ ان کی میراث کیوں تقسیم ہوئی۔ ان کی بیویاں اور جگہ نکاح کیوں کر لیتی ہیں۔ ان تمام احکام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرات زندہ نہیں۔ مُردہ ہیں۔

تیسرے فرقے کا عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء۔ شہداء اولیاء اور بعض علماء بحکم پروردگار بعد وفات زندہ ہیں۔ کیوں نہ ہو جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر کٹ مرنے والے شہید بحیات ابدی زندہ ہیں تو جن کے دم قدم کی یہ بہار ہے وہ کیونکر زندہ نہ ہوں۔ یہی عقیدہ اہل سنت والجماعت کا ہے۔ فقیر اس صحبت میں حیاتِ انبیاء، شہداء، واولیاء کے متعلق کچھ تحقیق پیش کرنا چاہتا ہے۔

خیال رہے کہ انسان میں قدرت نے دو روحیں رکھی ہیں۔ ایک روح سلطانی جس کا ہیڈ کوارٹر دماغ ہے۔ جس سے بیداری قائم ہے اور دوسری روح حیوانی جس کا مرکز دل ہے۔ جس سے زندگی قائم ہے۔ مگر یہ دونوں روحیں جسم کی رگ رگ میں ایسی سرایت کی ہوئی ہیں جیسے انگارے میں آگ یا پھول میں رنگ و بو۔

جسم میں سے روح سلطانی کے نکل جانے کو نیند کہتے ہیں اور روح حیوانی نکل جانے کا نام موت ہے۔ اولاً ہم اپنی اور مقبولان بارگاہِ الٰہی کی نیندوں میں فرق دکھاتے ہیں۔ ہماری روح سلطانی نیند میں جسم سے نکل کر جسم کو چھوڑ دیتی ہے اور ہم نیند میں ایک دم غافل ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ نیند سے ہمارا وضو بھی جاتا رہتا ہے کبھی احتلام بھی ہو جاتا ہے۔ اور ہماری خواب کا اعتبار بھی نہیں رہتا۔ اور ہمیں نیند کی حالت میں اپنے تن بدن کا ہوش بھی نہیں رہتا۔ یعنی ہماری روحِ سلطانی نیند میں ہم سے نکل بھی جاتی ہے اور جسم کو چھوڑ بھی دیتی ہے۔

اب آجاؤ حضرات انبیاء کرام کی نیند کی طرف۔ روح سلطانی ان کے اجسام سے نکل بھی جاتی ہے مگر انہیں چھوڑتی نہیں بلکہ تعلق برابر قائم رکھتی ہے جس کی وجہ سے انہیں نیند میں غفلت نہیں طاری ہوتی اسی لئے ان کی نیند وضو نہیں توڑتی۔

انہیں کبھی احتلام نہیں ہوتا۔ ان کی خواب وحی الٰہی ہوتی ہے۔ غرض کہ ان پر نیند کی حالت میں بھی بیداری کے احکام جاری رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کی خواب سے شرعی احکام منسوخ ہو جاتے ہیں۔

دیکھو بے گناہ بچے کو ذبح کرنا ہر دین میں حرام ہے مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خواب نے اس حکم کو منسوخ کر دیا۔ اور وہ خواب کی بنا پر اپنے فرزند اقرب ر کے ذبح پر تیار ہو گئے۔ مگر اس کے باوجود انہیں سوتا ہوا بھی کہا جاتا ہے۔ اور ان پر بہت سے احکام جاگنے والوں کے جاری نہیں ہوتے۔ اس حال میں ان پر نہ نماز فرض ہوتی ہے نہ تبلیغ نہ سلام کا جواب۔ اور نہ بیداری کے دوسرے احکام۔ اب اس وقت میں انہیں یہ کہ سکتے ہیں کہ وہ سو رہے ہیں اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ جاگ رہے ہیں۔ اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں۔ مگر الگ الگ حیثیتوں سے۔ جب اپنی اور پیغمبروں کی نیند میں فرق سمجھ لیا۔ تو اب موتوں میں فرق بھی دیکھ لو۔

ان کی رُوح حیوانی بھی ان کی موت کے وقت جسم سے نکل جاتی ہے۔ اسی رُوح کے نکل جانے کا نام موت ہے۔ اس لحاظ سے انہیں میت فرمایا گیا۔ اور اسی خروج روح کی وجہ سے ان پر کفن دفن کے احکام جاری ہو گئے مگر ہماری رُوح جسم سے نکل جانے کے بعد جسم کو چھوڑ بھی دیتی ہے اس کی حفاظت نہیں کرتی جس کی وجہ سے ہمارے جسم بالکل بے جان ہو جاتے ہیں۔ ہمارا علم۔ سمع بصر ختم ہو جاتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دو تین دن کے اندر اندر جسم گل سڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔ اور ہم پر سارے مردوں کے احکام جاری ہو جاتے ہیں مگر ان حضرات کی روح نکل جانے کے باوجود ان کے جسموں کو چھوڑتی نہیں بلکہ ان کی پرورش و نگاہداشت برابر کرتی رہتی ہے۔

اس بنا پر ان کے جسم گلتے نہیں اور ان کی تمام قوتیں بحال رہتی ہیں بلکہ پہلی زندگی سے کہیں زیادہ ہو جاتی ہیں۔ اس دوسرے معنی کے لحاظ سے وہ حضرات

مُردہ نہیں بلکہ زندہ ہیں۔ اس کی تائید خود سرکار انور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ کلمات ہیں فَاِنِّیْ اُمْرَائِہٗ مَقْبُوْضٌ۔ یعنی میری رُوح فیض ہونے والی ہے۔ قبض رُوح اور چیز ہے اور ترکِ رُوح کچھ اور۔ اسی طرح جسم سے رُوح کا نکل جانا کچھ اور ہے۔ اور جسم کا بے جان ہو جانا کچھ اور۔ ہم حیات النبی کے مسئلے پر چند دلائل قرآن و حدیث۔ فقہ اور اُمّت کے اجماع سے پیش کرتے ہیں۔

(۱) ہر زبان میں یہ قاعدہ مقرر ہے کہ زندوں کے لئے کچھ اور لفظ استعمال کرتے ہیں مردوں کے لئے کچھ اور۔ چنانچہ اُردو میں مُردوں کے لئے "تھا" فارسی میں "بود" عربی میں "کَانَ" انگریزی میں "واز" (WAS) وغیرہ الفاظ ہیں۔ اور زندوں کے لئے اُردو میں "ہے" فارسی میں "ہست" انگریزی میں "ازِ" (IS) وغیرہ ہیں۔ چنانچہ زندے کی حکایت یوں کرتے ہیں کہ فلاں بڑا اچھا ہے۔ عالم ہے۔ سخی ہے۔ بادشاہ یا وزیر ہے۔ لیکن بعد موت کہا جاتا ہے کہ وہ اچھا تھا۔ سخی تھا۔ مُردے کو کوئی "ہے" نہیں بولتا۔ اور "ہے" بولنے والے کو جھوٹا کہا جاتا ہے۔ غرضکہ "ہے" زندے کی حکایت ہے اور تھا مُردے کی۔ جب یہ سمجھ لیا تو غور کرو۔ کہ اسلام کا کلمہ شریف ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ حضور کی حیاتِ ظاہری میں بھی صحابہؓ نے یہی کلمہ پڑھا اذان اور نماز میں بھی اس کی گواہی دی گئی اور وفات شریف سے اب تک کلمہ یہی رہا۔ اور قیامت تک یہی رہے گا۔ اور قیامت تک یہی ہے۔ اگر حیات النبی درست نہ ہو۔ آپ کی موت کا عقیدہ رکھا جائے۔ تو تمام مسلمانوں کا کلمہ۔ نماز۔ اذان سب غلط ہو گئے اور تمام لوگ اس کلمے میں جھوٹے ہو گئے بلکہ اب کلمہ یوں ہونا چاہیئے۔ تھا کَانَ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلَ اللّٰہِ محمد مصطفٰے اللہ کے رسول تھے۔

حضرت انسان مسلمان پیچھے ہوتا ہے اذان اور نماز پیچھے ادا کرتا ہے۔
حیات النبی پہلے مان لیتا ہے۔ مسئلہ حیات النبی ایمان اور نماز وغیرہ کی اصل ہے۔

دلیل (۲) قرآن کریم فرماتا ہے۔ وَلَا تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا۔ یعنی ہمارے حبیب کی بیویوں سے ان کے بعد کبھی نکاح نہ کرو۔ اس آیت شریف نے دو طرح حیات النبی کا مسئلہ ثابت کیا۔ ایک اس طرح کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد بھی ان کی ازواج پاک کو ان کی بیویاں ہی مانا کہ فرمایا اَزْوَاجَهٗ معلوم ہوا کہ ازواج پاک حضور کی وفات کے بعد بھی ان کی بیویاں ہی رہیں۔ ان کا نکاح ٹوٹا نہیں۔ ورنہ خاوند کی موت نکاح توڑ دیتی ہے۔ دوسرے اس طرح کہ مسلمانوں کو ان سے نکاح کرنا حرام قرار دیا۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ بیوہ نہیں ہوئیں۔ ان کے خاوند صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ نکاح کی حرمت اس لئے ہے کہ وہ مسلمانوں کی مائیں ہیں۔ رب فرماتا ہے وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ مگر یہ غلط ہے کیونکہ وہ بیبیاں احترام میں مائیں ہیں۔ نہ کہ احکام میں۔ اسی لئے ان کی بیٹیاں مسلمانوں کی بہنیں نہیں ان کی بہنیں بھائی مسلمانوں کی خالہ، ماموں نہیں۔ ان سے پردہ فرض ہے۔ رب فرماتا ہے: وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْــَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ط

نہ ان کی میراث مسلمانوں کو ملتی ہے نہ مسلمانوں کو ان کی۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی بیوی کو طلاق دیدیں تو اس کا نکاح دوسرے مسلمان سے ہوسکتا ہے جیسے امیہ بنت جون کا ہوا۔ رب فرماتا ہے۔ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ یعنی "بیبیو! اگر تمہیں دنیاوی زندگی اور یہاں کی زینت اور ٹیپ ٹاپ مرغوب ہے تو آؤ میں تمہیں عدت کا سامان دے دوں۔ اور طلاق دے دوں۔ اگر طلاق سے وہ بیبیاں کہیں نکاح نہ کرسکتیں تو طلاق ان پر سخت ظلم ہوتا۔ کہ وہ معلقہ ہو کر رہ جائیں۔ اسی لئے رب تعالیٰ نے فرمایا مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا۔ یعنی پیغمبر کی وفات کے بعد ان سے نکاح نہ کرو۔ صاف معلوم ہوا کہ:

وہ بیبیاں تعظیم۔ ادب و احترام میں تو مائیں بلکہ ماؤں سے بھی بڑھ کر ہیں۔ مگر احکام میں مائیں نہیں۔ ان سے نکاح نہ ہونا اسی بنا پر ہے کہ حضور حیات النبی ہیں۔ **شعر**

اس کی ازواج سے جائز ہو نکاح   اس کا ترکہ بٹے جو فانی ہے
رُوح تو سب کی ہے زندہ لیکن   ان کا جسم بھی روحانی ہے

دلیل (۳) رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا۔ اے محبوب گذشتہ نبیوں سے پوچھ لو کیا ہم نے کچھ اور معبود بنائے تھے۔ جن کی عبادت کی جائے۔ ربّ العلمین نے اپنے پیارے حبیب کو از آدم تا عیسیٰ علیہم السلام تمام نبیوں سے پوچھنے کا حکم دیا۔ اور پوچھا اسی سے جاتا ہے جو زندہ بھی ہو جواب بھی دے۔ اس آیت نے حسب ذیل مسائل ثابت کئے۔

(۱) سارے نبی زندہ ہیں۔ (۲) وہ اپنی قبروں میں پابند نہیں۔ عالم کی سیر کر سکتے ہیں۔ زندہ مقبول بندوں سے کلام بھی کر لیتے ہیں۔ ان کے سوالوں کا جواب بھی دے دیتے ہیں۔ کیونکہ یہاں یہ فرمایا نہیں گیا۔ کہ خط یا ڈاک یا تار کے ذریعے ان سے پوچھ لو۔ نہ یہ کہ ان کی قبروں سے جا کر پوچھو۔ نہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ان کے مزارات پر کبھی گئے۔ یہی مطلب ہے کہ اے پیارے وہ حضرات تمہارے پاس آتے ہی رہتے ہیں۔ آپ ان سے ملتے ہی رہتے ہیں۔ معراج میں وہ آئے۔ حج وداع میں وہ شریک ہوئے۔ آپ ان سے کبھی پوچھ لیں۔ یہ آیت حیات الانبیاء کے لئے ایسی صریح ہے۔ جس میں تاویل کی گنجائش نہیں۔ کیونکہ نہ ان نبیوں کی اُمتوں سے پوچھنا مراد ہے۔ نہ ان کی کتابوں سے۔ کیونکہ ان کی اُمتیں فنا یا مشرک ہو چکی تھیں۔ اور ان کی کتابیں یا ختم ہو گئی تھیں یا محرّف۔ جن میں کفر و شرک بھرا ہوا تھا۔

دلیل (۴) مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ الخ یعنی سلیمان علیہ السلام کی وفات بجز دیمک اور کسی نے انہیں نہ بتائی۔ اس دیمک نے آپ کی

ماں کے پیٹ کے بچے ہیں چار مہینے میں جان پڑتی ہے مگر پیدا ہوتا ہے نو مہینہ بعد۔ پانچ ماہ کے عرصہ میں وہ کیا پیتا ہے۔ پیشاب پاخانہ کہاں کرتا ہے۔ سانس کدھر لیتا ہے۔ یہ سب باتیں عقل سے وراء ہیں۔ امام رازیؒ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ اس راز کو بڑے سے بڑا فلسفی بھی نہ پا سکا۔ بچہ اتنا کمزور ہوتا ہے کہ اس کے ناک اور منہ پر دھنی ہوئی روئی رکھ دی جائے تو گھٹ کر مر جائے۔ مگر وہی بچہ جھلی۔ رحم۔ پیٹ کے غلافوں میں رہتا ہے۔ اور زندہ رہتا ہے۔ اس سے بڑی بات یہ ہے کہ مرغی کا بچہ انڈے میں رہتا ہے۔ جس میں نہ روزن ہے نہ سوراخ مگر زندہ رہتا ہے۔

اصحاب کہف ہزارہا سال سے سو رہے ہیں۔ بغیر کھائے پئے زندہ ہیں۔ ان کی زندگی تو قرآنِ کریم کی نص قطعی سے ثابت ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام قریباً دو ہزار برس سے آسمان پر زندہ ہیں۔ وہاں کون سا باورچی ہے اسی طرح یہ حضرات زندہ ہیں۔ اور اس رزق سے بے نیاز ہیں۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم وصال کے روزوں میں کئی کئی روز تک نہ کھاتے پیتے تھے۔ ایک مرتبہ سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامیؒ نے تین سال تک پانی نہ پیا۔

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام سو برس تک بے جان رہنے کے بعد جب زندہ ہوئے تو سمجھے کہ میں ایک دن سویا یا اس سے بھی کم۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ۔

اصحاب کہف ۳۰۹ سال سونے کے بعد جب جاگے تو بولے کہ ہم دن بھر یا اس سے کم ٹھہرے۔ ان کے متعلق بھی قرآن کریم فرما رہا ہے۔ قَالُوْا لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ؕ

پتہ لگا انبیاء و اولیاء وفات کے بعد اس عالم سے بالکل بے خبر ہو جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ آفتاب کا نکلنا۔ چھپنا۔ زمانہ گزرنا ان پر مخفی رہتا ہے اور تم کہتے ہو کہ سب کی خبر رکھتے ہیں۔ تمہارا یہ عقیدہ قرآن کے خلاف ہے۔

جواب:۔ ان بزرگوں کو رب العالمین نے اس طرف سے بے توجہ کر کے

اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا۔ یہ خصوصی واقعہ ہے۔ قانون نہیں ہے اس میں وہ حکمتیں تھیں جو قرآن کریم انہیں اپنے مقامات پر ارشاد فرما رہا ہے کہ وہ یہ سمجھ کر مخلوق کے سامنے آئیں۔ مخلوق ان کی زندگی دیکھ کر قیامت کی قائل ہو جائے جیسے عزیر علیہ السلام کے پاس کھانا اور پانی سو سال تک رکھا رہا اور نہ بگڑا۔ تو کھانے کا نہ بگڑنا قانون نہیں بلکہ ایک خصوصی واقعہ ہے۔

اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ نیند میں ہماری آنکھیں سوتی ہیں دل بیدار رہتا ہے۔ مگر ایک بار سفر میں سرکارِ دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم کی اور تمام صحابہؓ کی ایسی آنکھ لگی کہ نماز فجر قضا ہو گئی۔ جب آفتاب بلند ہو گیا تو آنکھ کھلی۔ اس واقعہ سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ نعوذ باللہ سرکار کا وہ فرمان غلط ہے بلکہ یہی کہا جائے گا کہ چونکہ رب چاہتا ہے کہ حضور کی اُمت کو قضاء نماز پڑھنے کا طریقہ معلوم ہو جائے اس لئے اس رات اپنے حبیب کو اپنی طرف متوجہ فرما لیا۔ غفلت نہ تھی بلکہ اس طرف توجہ ہونے کی وجہ سے اس طرف سے بے توجہی تھی۔ اور یہ خصوصی واقعہ تھا قانون نہ تھا۔

تفسیر صوفیانہ: جسم کی زندگی جان سے ہے اور جان کی زندگی ایمان سے۔ دل کی زندگی عشق رحمان سے ہے اور نفس امّارہ کی زندگی کفر وطغیان سے۔ نفس امارہ کی زیست دل اور روح کی موت ہے اس لئے اس کو مار دینے کا حکم ہے۔ نفسِ امّارہ کی زیست دل اور روح کی موت ہے۔ اس لئے اس کو مار دینے کا حکم ہے۔ دودھ کی زندگی تشطالے (رحبکے) کی موت ہے۔ اور خود رو گھاس پھوس کی زندگی کھیت کی موت ہے۔ اسی لئے کسان ان زائد چیزوں کو مارتے رہتے ہیں۔ مشائخ اپنے مریدین پر اس لئے ہر وقت نظر رکھتے ہیں۔ مجاہدے کی تلوار عبادات کے تیر سے ترکِ دنیا کے تیروں سے اس کو ہمیشہ مردہ رکھتے ہیں۔

مولاناؒ فرماتے ہیں: ؎